باب ۱۸۷

جنگِ حنین اور محاصرۂ طائف

غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف

- مشرکین عرب کی آخری کوشش
- مکہ پر یلغار ہونے سے قبل مسلمانوں کا عزم
- دشمن کا وادی اَوطاس میں پڑاؤ
- مسلمان تیروں کی برسات میں
- مسلمانوں کی واپسی اور جنگ کی گرمی
- ہوازن کا میدان سے بھاگنا
- غزوہ طائف
- جعرانہ میں غنیمت کی تقسیم
- کعب بن زہیر کی آمد
- حاتم طائی کے خانوادے کا ایمان قبول کرنا
- نجاشیؓ کی وفات اور غائبانہ نمازِ جنازہ
- نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ابراہیمؓ کی ولادت

باب ۱۸۷

جنگِ حنین اور محاصرۂ طائف

غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف

مشرکین عرب کی آخری کوشش

جیسا کہ پچھلے باب میں بیان کیا گیا کہ مکہ کی فتح نے سارے عرب کے منتشر، معروف اور غیر معروف تمام قبائل کو اسلام قبول کرنے یا کم از کم مدینے کی حکومت کے آگے جھک جانے پر مائل کر لیا تھا۔ لیکن ہوازن پر اس کا دوسری نوع کا اثر ہوا، اُن کے بااثر لوگوں نے جانا کہ مسلمان ایسے بھی ناقابلِ شکست نہیں کہ اُن سے اچھی تیاری کے بعد نبٹا نہ جاسکے۔ ہوازن کے مشرکین کو یہ بات اپنی اَنا اور عزت کے خلاف معلوم ہو رہی تھی کہ مسلمانوں کے سامنے جھک جائیں۔ اس لیے ان قبائل نے مالک بن عوف نصری کے پاس جمع ہو کر اس موضوع پر غور کیا کہ مسلمانوں کی قریش پر فتح اور سقوطِ مکہ کے اُن پر کیا اثرات ہوں۔

قیسِ عیلان سے تعلق رکھنے والے تمام قبیلوں سے مشوروں کے بعد فیصلہ ہو گیا کہ اس سے قبل کہ مسلمان اُن پر حملہ کریں مکہ پر چڑھائی کر دی جائے۔ وہ اگرچہ بدو تھے مگر اُن کی دانش کا یہ عالم تھا کہ اسلام کی دعوت کا اُٹھان دیکھ کر، وہ اللہ کے رسول ﷺ کی نبوت کے بعد سے اب تک کے تمام اقدامات سے یہ نتیجہ اخذ کر گئے کہ اسلام محض کچھ رسمی عبادات یا نیکی کی تبلیغ اور برائیوں سے روکنے کا مذہب نہیں ہے بلکہ اِن امور کے ساتھ وہ زمین پر اللہ کے اقتدار کو نافذ کرنا اور باطل ادیان کو مٹانا بھی چاہتا ہے۔ یعنی وہ اس بات کو پا گئے جو آج کے مسلمانوں نے بھلا دی ہے اور وہ دین سے آشنا ہیں نہ اُس کے مزاج اور نہ اس کے مطالبات سے! اِنھیں اگر ڈاڑھی رکھنے، اسکارف پہننے اور نماز ادا کرنے کی آزادی مل جائے تو موجودہ دور کے مسلمانوں کے نزدیک کسی بھی نظامِ باطل کے خدمت گار بن کے خلاف اسلام تہذیب و تمدن کے زیرِ سایہ خوشی خوشی زندگی گزاری جاسکتی ہے۔ مگر خانہ بدوش بدو جان گئے تھے کہ اسلام اُن سے اقتدار چھینے بغیر مانے گا نہیں۔

مکہ پر یلغار ہونے سے قبل مسلمانوں کا عزم

رسول اللہ ﷺ کو دشمن کی تیاریوں کی خبریں مل چکی تھیں۔ چناں چہ آپؐ نے ابوحَدْرَدْ اسلمیؓ کو یہ حکم

دے کر روانہ فرمایا کہ اِن کے درمیان گھس کر اندر کی تیاریوں کی خبریں لائیں۔ معلوم ہو گیا کہ بس جنگ تیار ہے چناں چہ آپ ﷺ نے بھی مسلمانوں کو مشرکین کے ساتھ میدانِ قتال میں دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیاری کا حکم دے دیا۔ صفوان بن امیہ سے سو(۱۰۰) زِرہیں مع آلات واوزار ادھار لی گئیں۔ آناً فاناً بارہ ہزار کا ایک آہن پوش لشکر جرار تیار ہو گیا۔ دس ہزار تو وہ جاں نثار تھے جو مدینے سے آئے تھے، دو ہزار مزید مکہ کے نو مسلم تھے۔ ٦ شوال ۸ھ کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے کوچ فرمایا تھا، یہ مکہ میں داخل ہوئے یا کہیے کہ فتح مکہ کا انیسواں دن تھا۔ لشکر روانہ ہوا تو حال ہی میں ایمان کی سعادت سے بہرہ ور ہونے والے نو مسلم خاص طور سے اور نادانی سے کچھ مدینے سے آئے ہوئے بھی اس زعم میں مبتلا ہو گئے کہ اتنے بڑے لشکر کو کون شکست دے سکتا ہے اور کہا کہ ہم آج ہر گز مغلوب نہیں ہو سکتے اور یہ بات رسول اللہ ﷺ کو اچھی نہ لگی کہ مسلمانوں کا بھروسہ ہمیشہ اللہ کی مدد پر رہتا ہے نہ کہ کثرت تعداد و وسائل پر۔

دشمن کا وادی اَوطاس میں پڑاؤ

قیس عیلان کے قبائل خاص طور پر ہوازن، ثقیف اور اُن کے ساتھ مضَر، جُشَم اور سعد بن بکر کے قبائل اور بنو ہلال کے بھی کچھ لوگوں نے مسلمانوں کو اُن کے جارحانہ عزائم سے باز رکھنے کے لیے اتحاد کر لیا اور مکہ پر ایک فوری حملہ کرنے کی تیاریوں میں لگ گئے سِوائے ہوازن کے دو قبیلوں کعب اور کلاب کے جنھوں نے اس مہم جوئی کو فضول خود کشی جانا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ پر ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

مکے سے دس گیارہ میل کے فاصلے پر حنین کی وادی ہے جو ذوالمجاز کے بازو میں واقع ہے اور حنین کے قریب ہی اوطاس کی وادی ہے۔ مسلمانوں کے لشکر کے روانہ ہونے کے ساتھ ہی مشرکین کی روانگی بھی عمل میں آئی۔ مالک بن عوف اُن کا سپہ سالار تھا۔ اُس نے فوج کے ساتھ ان کے مال مویشی اور بال بچوں کو بھی ساتھ لے چلنے کا حکم دیا اور آگے بڑھ کر وادی اوطاس میں خیمہ زن ہوا۔

ہوازن کے لوگوں میں اُن کا آزمودہ کار جنگجو جنرل دُرَید بن صمہّ بھی تھا. جو بہت بوڑھا ہو چکا تھا اور اُسے ایک چارپائی پر لایا گیا تھا، تاکہ اُس کی جنگی مہارت اور تجربے سے فائدہ اُٹھایا جائے۔. اس نے دریافت کیا: تم لوگ کس وادی میں ہو؟ جواب دیا: اوطاس میں۔ اس نے کہا: یہ سواروں کی بہترین جولان گاہ ہے۔ نہ پتھریلی اور کھائی دار ہے، نہ بھربھری نشیب۔ لیکن کیا بات ہے کہ اونٹوں کی بلبلاہٹ بکریوں کی ممیاہٹ اور بچوں

کے رونے کی آوازیں آرہی ہیں ؟لوگوں نے کہا: مالک بن عوف، فوج کے ساتھ، سارے خاندانوں اور اُن کے مویشی اور مال ومتاع کو میدانِ جنگ میں لے آیا ہے تا کہ ہر آدمی اپنے مال اور اپنے خاندان کی حفاظت کے جذبہ کے ساتھ جنگ کرے۔ دُرید نے کہا: واللہ! نِرے بھیڑ بکریوں کے چرواہے ہو، بھلا بزدل بھاگنے والے کو بھی کوئی چیز بہادری پر آمادہ کر سکتی ہے ؟ دیکھو، اگر جنگ میں تم فتح مند رہے تو مقصد حاصل ہو گیا مرد اپنی تلوار اور نیزے سمیت شان سے واپس ہوگا اور اگر شکست کھا گئے تو پھر تمہیں اپنے اہل اور مال کے سلسلے میں بھی رسوا ہونا پڑے گا۔ پھر دُرید نے بعض قبائل اور سرداروں کے متعلق سوال کیا۔ اور اس کے بعد کہا: اے مالک! تم نے بنو ہوازن کی عورتوں اور بچوں کو دشمن کے سامنے لقمہ تر بنا کے عقل مندی کا ثبوت نہیں دیا۔ انہیں ان کے علاقے کے محفوظ مقامات میں بھیج دو۔ اس کے بعد گھوڑوں کی پیٹھ پر بیٹھ کر بد دینوں سے ٹکر لو۔ اگر تم کو شکست سے دوچار ہونا پڑا تو تمہارے بال بچے اور مال مویشی تو کم از کم محفوظ رہیں گے۔

لیکن ہوازن کے نوجوان سالار، مالک بن عوف نے یہ مشورہ مسترد کر دیا اور کہا : واللہ! میں ایسا نہیں کر سکتا۔ بڑھاپے نے تمھاری عقل کو سٹھیا دیا ہے۔ واللہ! یا تو میری قوم میرا کہنا مانے گی یا میں اسی تلوار سے خود کشی کر لوں گا۔ مالک بن عوف کو اپنی بنیادی جنگی حکمت عملی میں تبدیلی ہر گز منظور نہ تھی۔ ہوازن کے لوگوں نے ایک بوڑھے کی خاطر سارے کام کو خراب ہوتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہا اور سوچا کہ ہو سکتا ہو کہ دُرَید صحیح کہہ رہا ہو، لیکن وہ ایک بوڑھے کی خاطر عین تیار جنگ میں کمانڈ کو متنازعہ نہیں بنا سکتے تھے، اُنھوں نے مالک کے ساتھ پوری وفاداری کا اعلان کیا۔ دُرَید نے کہا کاش میں اس وقت جوان ہوتا۔

اوطاس میں دُرَید کا اُٹھایا ہوا یہ جھگڑا ختم ہوا ہی تھا کہ اوطاس کی وادی میں مالک کے بھیجے ہوئے دو جاسوس جو مسلمانوں کے حالات کا پتہ لگانے گئے تھے، انتہائی زخمی اور خستہ حالت میں پہنچے۔ مالک نے کہا: تمہیں یہ کیا ہو گیا ہے ؟ انہوں نے کہا: ہم نے کچھ چتکبرے گھوڑوں پر سوار دیکھے، اور آن کی آن میں ہماری یہ حالت ہو گئی جسے تم دیکھ رہے ہو۔ مالک کو عقل نہ آئی کہ غیبی طاقت محمد ﷺ کی مدد پر ہے، اُس کے دماغ میں قریش سے کعبے کی رکھوالی (تولّیت) چھین کر سارے عرب کی باشاہت کا نشہ چڑھ گیا تھا۔

کاروانِ نبوت ﷺ بجانبِ حنین

رسول اللہ کی قیادت میں بارہ ہزار کے لشکر جرّار نے حنین جاتے ہوئے بیر کا ایک بڑا ساہرا درخت دیکھا،

جس کو "ذاتِ اَنْوَاط" کہا جاتا تھا۔ برکت حاصل کرنے کے لیے مشرکین اس پر اپنے ہتھیار لٹکاتے تھے۔ اس کے پاس جانور ذبح کرتے تھے اور وہاں جھولی بھرنے اور مرادیں پوری کرانے کے لیے درگاہ بنوائی ہوئی تھی اور میلہ بھی لگاتے تھے، بعض فوجیوں نے (جو یقیناً اسلام سے کما حقہ ناواقف نو مسلم رہے ہوں گے) رسول اللہ ﷺ سے کہا: آپؐ ہمارے لیے بھی ذات انواط بنا دیجیے۔ جیسے ان کے لیے ذات انواط ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ اکبر، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے تم نے ویسی ہی بات کہی جیسی موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہی تھی[1]، یہ وہی طور طریقے ہیں۔ تم لوگ بھی یقیناً پچھلوں کے طور طریقوں کی پیروی کرنے لگو گے۔[۲]

مسلمان تیروں کی برسات میں

اسلامی لشکر دن چڑھے مکہ سے نکلا تھا، اب غروب آفتاب ہو گیا، حنین کی وادی بس تھوڑا ہی آگے پہاڑیوں کے دامن میں تھی۔ یہ قرار پایا کہ یہیں پڑاؤ ڈالا جائے اور پو پھٹنے سے پہلے صبح کو (سحری کے وقت) حنین کی وادی میں داخل ہوا جائے۔ دوسری جانب مالک بن عوف کی قیادت میں ہوازن کا لشکر وادی میں پہلے ہی پہنچ کر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ مالک نے رات کی تاریکی میں مکے سے وادی کے اندر داخل ہونے والے تمام راستوں، گزرگاہوں گھاٹیوں، پوشیدہ جگہوں اور درّوں میں ماہر تیر اندازوں کے جال کو پھیلا دیا اور یہ حکم دیا کہ جونہی مسلمان داخل ہو کر نرغے میں آجائیں تو انہیں تیروں سے چھلنی کر دینا، پھر ان پر ساری فوج یکبارگی ٹوٹ پڑے۔ جس طرح بدر میں جنگ کی صبح سے ایک روز قبل سارے علاقے اور دشمن کی فوج کے مقام کو معلوم کرنے کی کاوشوں کی تفصیلات ہمیں روایات میں ملتی ہیں یہاں نہیں ملتی ہیں، یقیناً یہ کاوشیں کی گئی ہوں گی جو نہ رپورٹ ہو سکی ہیں اور نہ ہی نتیجہ خیز رہیں!

صبح دم رسول اللہ ﷺ نے لشکر کی ترتیب و تنظیم فرمائی اور مختلف دستوں کے قائدین کو اُن کے عَلم باندھ باندھ کر دیے اور پھر اشارہ پاتے ہی لشکر نے وادی حنین میں داخل ہونا شروع کیا۔ رسول اللہ ﷺ کو کوئی علم

---

۱ قَالُوْا يٰمُوْسَى اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ۭ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿١٣٨﴾ (سورۃ الاعراف: ۱۳۸) "ہمارے لیے بھی ایک معبود بنا دیجیے جس طرح ان کے لیے معبود ہیں"

۲ ترمذی حدیث ۱۲۸۰ باب مَا جَاءَ لَتَرْكَبُنَّ سَنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ [مصنف انتہائی دلی دکھ کے ساتھ عرض کرتا ہے کہ جن نگاہوں سے سرورِ عالم ﷺ نے اس معاملے اور مطالبے کو دیکھا تھا، اگر ہم بھی اُنھی نگاہوں سے آج شرق سے غرب تک پھیلی ہوئی امت مسلمہ کے اس نوع کے درباروں، عُرسوں اور میلوں کو دیکھ سکیں تو، اِسے مشرکینِ مکہ سے زیادہ شرک میں غرق پائیں گے۔]

نہیں تھا کہ اس وادی کے تنگ دروں کے اندر ثقیف و ہوازن کے ماہر تیر انداز اُن کی گھات میں بیٹھے ہیں۔اس لیے وہ بے خبری کے عالم میں اسلامی لشکر کو پورے اطمینان کے ساتھ لے کر اُتر رہے تھے کہ اچانک اُن پر تیروں کی بارش شروع ہوگئی۔ پھر فوراً ہی ان پر دشمنوں کے دستے یکبارگی ٹوٹ پڑے یہ اچانک حملہ ایک ایسی فوج پر جو اپنی تعداد پر نازاں تھی بہت ہی گراں گزرا، وہ سنبھل ہی نہ سکی اور ایسی بھگدڑ مچی کہ سوائے چند جاں نثاروں کے رسول اللہ کے پاس کوئی نہ رہا جس کے جدھر سینگ سمائے وہ اُدھر دوڑ گیا۔یہ ایک صریح شکست فاش کا منظر تھا۔ یہاں تک کہ ایک نو مسلم کلدہ بن جنید نے چیخ کر کہا: دیکھو آج جادو باطل ہو گیا۔

جب بھگدڑ مچی تو رسول اللہ ﷺ نے دائیں جانب صدا دی: لوگو! میری طرف آؤ میں عبد اللہ کا بیٹا محمدؐ ہوں۔اس وقت اس جگہ آپ ﷺ کے ساتھ سو (۱۰۰) سے کچھ کم مہاجرین وانصار ثابت قدم رہے۔ جو اپنے قدموں پر (پیدل) تھے اور اُنھوں نے کوئی بزدلی یا کم ہمتی نہیں دکھائی۔اِس قیامت کی گھڑی میں محمد ﷺ نے وہ جرأت و بہادری دکھائی جو ایک رسول ہی کے شایانِ شان ہو سکتی تھی، آپؐ نے صبر و عزم کا درجہ کمال میں مظاہرہ کیا اس موت کی گرم بازاری میں آپ ﷺ کا چہرہ مبارک کفار کی طرف تھا اور آپؐ اپنے خچر کو پیش قدمی کے لیے ایڑ لگاتے ہوئے کہہ رہے تھے: أنا النبی لا کذب أنا ابن عبد المطلب "میں نبی ہوں، جھوٹا نہیں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔"اس موقع پر ابو سفیان بن حارثؓ (آپؐ کے چچازاد بھائی) نے تیزی سے آگے بڑھ کر آپؐ کے خچر کی لگام [۳] پکڑ لی۔اور عباسؓ نے رکاب [۴] تھام لی تھی۔ دونوں خچر کو روک رہے تھے کہ کہیں وہ تیزی سے آگے نہ دوڑ پڑے۔اس کے بعد آپ ﷺ اُتر گئے اور اپنے رب سے مدد کی دعا فرمائی: اے اللہ! اپنی مدد نازل فرما۔

مسلمانوں کی واپسی اور جنگ کی گرمی

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے بلند آواز رکھنے والے چچا، یعنی عباسؓ سے کہا کہ وہ مسلمانوں کو پکاریں۔ عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے نہایت بلند آواز سے پکارا: درخت والو... (بیعت رضوان والو...!) کہاں ہو؟ واللہ! وہ لوگ میری آواز سن کر اس طرح مڑے جیسے گائے اپنے بچوں کی جانب اُن کی آواز سُن کر مڑتی ہے اور جواب آرہے تھے کہ ہاں ہاں، آئے آئے۔ حالت یہ تھی کہ اگر کسی کا اونٹ تیزی سے نہیں مڑ رہا تھا تو وہ

---

۳ لوہے کی بنی ہوئی وہ چیز جس میں رسی باندھ کر سواری کے جانور کے منھ میں اسے قابو رکھنے کے لیے لگا دیتے ہیں

۴ گھوڑے کے زین میں لٹکا ہوا لوہے کا حلقہ جس میں پاؤں رکھنے کے لیے آہنی تختہ جڑا ہوتا ہے

اپنے اونٹ کو موڑنے کی کوشش میں وقت ضائع نہیں کرتا بلکہ اپنی زرہ اس کی گردن میں ڈال پھینکتا۔ اور اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال کر اونٹ سے کود جاتا۔ اور رسول اللہ ﷺ کی طرف پلٹتا۔ جس تیزی سے میدان سے اچانک تیروں کی بارش میں لوگ بھاگے تھے اُس سے زیادہ تیزی سے لوگ واپس ہوئے۔ اور دونوں متحارب گروہوں میں ایک خوں ریز جنگ برپا ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے میدانِ جنگ کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو جنگ اپنے عروج پر تھی سینوں سے سینے اور لوہے سے لوہا ٹکرا رہا تھا۔ فرمایا: "اب چولھا گرم ہو گیا ہے۔" پھر آپؐ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی اُٹھا کر دشمن کی طرف پھینکی اور فرمایا : شاهت الوجوه "چہرے بگڑ جائیں۔" یہ مٹھی بھر مٹی اس طرح پھیلی کہ ہوازن کا کوئی سپاہی ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں وہ مٹی نہ گئی ہو اور ہوازن تلوار زنی میں کم زور پڑ کے آنکھیں نہ مسل رہے ہوں۔ جلد ہی ان کا حملہ ناکام ہو گیا اور انھوں نے پیٹھ دکھا کر بھاگنا شروع کر دیا۔

ہوازن کا میدان سے بھاگنا

تھوڑی ہی دیر میں دشمن کے چھکّے چھوٹ گئے۔ صرف ثقیف کے تقریباً ستر آدمی قتل ہو گئے، ہوازن کے اس کے علاوہ۔ اور میدانِ جنگ میں یہ جو کچھ اپنے گھروں کو خالی کر کے مال و دولت لے آئے تھے وہ سب ضبط ہوا اور بچوں سمیت تمام اہلِ خانہ بھی جو ہمراہ تھے سب گرفتار ہوئے۔ کچھ ہفتوں بعد جب اہلِ ایمان کو رومیوں کے خلاف جنگ پر جانے کے لیے رسول اللہ ﷺ ترغیب دے رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے معرکہ حُنین کا تذکرہ سورہ توبہ میں یوں کیا:

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٢٦﴾	بے شک اللہ بہت سے مواقع پر تمہاری مدد کر چکا ہے۔ ابھی حنین کی لڑائی والے دن جب تمہیں اپنی کثرتِ تعداد پر بڑا اعتماد و غرور تھا مگر وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اپنی وسعت کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیٹھ دکھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ پھر اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی سکینت نازل فرمائی اور وہ لشکر اُتارے جو تم کو نظر نہ آتے تھے اور کفّار کو سزا دی کہ یہی کافروں کا بدلہ ہے۔

مشرکین ہوازن چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں، چار ہزار اوقیہ چاندی کے علاوہ چھ ہزار کی تعداد میں اپنی عورتیں اور بچے چھوڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو جمع کرنے کا حکم دیا، پھر اِن کو جِعرانہ میں روک کر مسعود بن عمرو غفاریؓ کی نگرانی میں دے دیا۔

شکست کھانے کے بعد ہوازن اور ثقیف کے جیالوں نے تین مختلف سمتوں میں بھاگنا شروع کیا۔

- ایک گروہ نے اوطاس کی راہ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو عامر اشعریؓ کی سرکردگی میں تعاقب کرنے والوں کی ایک جماعت اوطاس کی طرف روانہ کی تاکہ اچھی طرح سے بھگا کر آئیں اور وہ دوبارہ پلٹ کر حملہ کرنے کی نہ سوچیں۔ اس دستے نے بھگوڑوں کو جالیا۔ تھوڑی سی جھڑپ کے بعد جس میں دستے کے کمانڈر ابو عامر اشعریؓ شہید ہو گئے۔ اوطاس کی فوجیں شکست کھا کر ہتھیار ڈال دینے پر مجبور ہو گئیں اور سب گرفتار ہو گئیں۔ آپؐ نے اوطاس کے اموال غنیمت اور قیدیوں کو بھی مقام جعرانہ میں جمع کروا دیا۔
- حنین کی وادی میں شکست خوردہ دوسرا گروہ نخلہ کی طرف بھاگا، اس گروہ میں مشرکین کا بوڑھا جنرل دُرید بن صمہ بھی تھا، اس کے تعاقب میں بھیجے جانے والے دستے نے اِن لوگوں کو جالیا۔ کچھ لوگوں کو قتل کر دیا اور باقی کو اتنا ڈرا دھمکا دیا کہ وہ بھاگتے ہوئے واپسی کا ہر گز نہ سوچیں۔
- غزوۂ حنین میں ہوازن کا سردار و سالار مالک بن عوف نصری اپنے ساتھ ہوازن اور ثقیف کی ایک بڑی تعداد اور اُن کے لیے سال بھر کا راشن لے کر طائف کے قلعہ میں جا کر اچھے وقت کے انتظار میں پناہ گزیں ہو گیا۔ شکست خوردہ مشرکین کے اِس تیسرے اور سب سے بڑے گروہ کے تعاقب میں خود رسول اللہ ﷺ روانہ ہوئے، اور طائف پہنچ گئے۔

غزوہ طائف

طائف زمانہ نبوت میں ایک بہت ہی خوب صورت سرسبز و شاداب شہر تھا اور آج بھی ہے۔ دورِ نبوت میں اس کے چاروں طرف حفاظتی دیوار بنی ہوئی تھی اور یہاں ایک بہت ہی مضبوط قلعہ بھی تھا۔ اس کا تذکرہ قرآن مجید میں یوں آیا ہے: وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ﴿٣١﴾ [سُوْرَةُ

الزُّخرُف ۴۳:۳۱] یہ (مشرکین) کہتے ہیں کہ یہ قرآن دونوں شہروں (مکہ اور طائف) کے بڑے آدمیوں میں سے کسی پر کیوں نہ نازل کیا گیا؟ عام مسلمانوں کا ذہن اس شہر کا نام سنتے ہی ایک ایسے شہر کی جانب چلا جاتا ہے جہاں اُن کے رسول ﷺ کے ساتھ لوگ بے ہودگی سے پیش آئے اور آپؐ کو ظلم و زیادتی کا نشانہ بنایا۔ یہاں کا سردار عروہ بن مسعود ثقفی تھا جو ابو سفیان کا داماد تھا۔ یہاں بنو ثقیف کا خاندان آباد تھا جو عزت و شرف میں قریش کا ہم پلّہ سمجھا جاتا تھا۔

جیسا اوپر تذکرہ کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ مالِ غنیمت کو تقسیم کیے بغیر طائف کی جانب بھاگ کر جمع ہونے والی مشرکین کی افواج سے نبٹنے کے لیے طائف جانے کا فیصلہ کیا۔ فوری طور پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں ایک ہزار فوج کا ہراول دستہ روانہ کیا گیا، پھر باقی فوج کو لے کر آپؐ نے خود طائف کا رُخ فرمایا۔ راہ میں لیہ کے مقام پر مالک بن عوف کا ایک قلعہ آیا آپؐ نے اسے زمیں بوس کروا دیا اور طائف پہنچ کر طائف کے قلعہ کے قریب ہی خیمہ زن ہو کر اس کا محاصرہ کیا تو قلعہ کے اندر اور اوپر سے پر شدید تیر برسائے گئے جس سے متعدد مسلمانوں کا جسمانی و جانی نقصان ہوا چناں چہ کیمپ اٹھا کر تیروں کی مار سے ذرا فاصلے پر موجودہ مسجد طائف کے پاس لے جانا پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے اہل طائف پر منجنیق نصب کی، اور متعدد گولے پھینکے، جس سے قلعہ کی دیوار میں شگاف پڑ گیا۔ اور مسلمانوں کی ایک جماعت دبابہ کے اندر گھس کر قلعے میں آگ لگانے کے ارادے سے دیوار تک پہنچ گئی۔ لیکن دشمن نے ان پر لوہے کے جلتے ٹکڑے پھینکے، جس سے مجبور ہو کر مسلمان دبابہ کے نیچے سے باہر نکل آئے، مگر باہر نکلے تو دشمن نے ان پر تیروں کی بارش کر دی جس سے بعض مسلمان شہید ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ انگور کے باغات کو کاٹ دیا جائے۔ مسلمانوں نے جو کٹائی شروع کی تو ثقیف نے اللہ اور قرابت داری کا واسطہ دے کر کہلوایا کہ درختوں کو نہ کاٹا جائے۔ آپؐ نے اللہ اور قرابت کی خاطر باغات کی کٹائی بند کرا دی۔ مسلمانوں کی جانب سے اعلان کیا گیا کہ جو غلام قلعہ سے اتر کر ہمارے پاس آ جائے وہ آزاد ہے۔ اس اعلان پر تیئیس (۲۳) غلام قلعہ سے نکل کر مسلمانوں میں آکر شامل ہو گئے۔ تمام غلاموں کو رسول اللہ ﷺ نے آزاد کر دیا۔ اور ہر ایک کو ایک ایک مربی مسلمان کے حوالے کر دیا کہ اسے سامانِ زندگی مہیا کرے اور دین سکھائے۔ یہ حادثہ قلعہ والوں کے لیے ایسا تھا گویا اُن کے ۲۳ آدمی مارے گئے، یہی نہیں بلکہ اِن غلاموں سے اندر کی باتیں اور دفاعی معلومات اور اطلاعات بھی افشا ہو گئیں۔ انہیں آزادی پانے والوں میں ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ وہ قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر

ایک رہٹ [وہ چرخ جس کے ذریعے کنوئیں سے پانی نکالتے ہیں] سے لٹک کر نیچے آئے تھے چرخ کو عربی میں بکرہ کہتے ہیں اس لیے رسول اللہ ﷺ نے ان کی کنیت ابو بکرہ (چرخے والا) رکھ دی۔۔جب محاصرہ طول پکڑ گیا تو قلعہ قابو میں آتا نظر نہ آیا۔ قلعے کی جانب سے تیروں اور گرم لوہوں کی بارش کی وجہ سے آگے بڑھنا محال تھا، خیبر کے یہود کے مقابلے میں یہ قلعہ بند مشرکین اپنا دفاع زیادہ بہتر جانتے تھے۔دس دن سے اوپر کچھ دنوں تک یہ مقابلہ و محاصرہ چلتا رہا، دونوں جانب سے ایک دوسرے پر تیر اندازی اور سنگ باری ہوتی رہی۔، نتیجہ کوئی برآمد نہیں ہو رہا تھا۔اہلِ قلعہ کو کسی رسد کی ضرورت نہیں تھی وہ کسی غذائی درآمد کے بغیر طویل عرصے محصور رہ سکتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے صورتِ حال سے نبٹنے کے لیے ماہرِ جنگ، نوفل بن معاویہ دیلی سے مشورہ طلب کیا۔ اس نے کہا: لومڑی اپنے بھٹ میں گھس گئی ہے۔اگر آپؐ اس پر ڈٹے رہے تو پکڑلیں گے اور اگر چھوڑ کر چلے گئے تو وہ آپؐ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ مشورے کا دوسرا حصہ ہی فوری طور پر زیادہ مطلوب تھا۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے محاصرہ ختم کرنے کا فیصلہ کر دیا۔

طائف کے محاصرہ میں بہت سے مسلمان زخمی ہوئے اور کل بارہ اصحاب شہید ہوئے سات قریش، چار انصار اور ایک شخص بنی لیث میں سے۔زخمیوں میں ابو بکر صدیقؓ کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے یہ ایک تیر سے زخمی ہوئے تھے۔ پھر صحت یاب بھی ہو گئے، لیکن ایک مدت کے بعد ان کا زخم پھٹ گیا اور اپنے والد ابو بکر صدیقؓ کے دور خلافت میں اِسی زخم سے ان کی شہادت واقع ہوئی۔

اس کے بعد جب لوگوں نے اپنا ساز و سامان اٹھایا اور کوچ کا آغاز کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یوں کہو: " آیبون تائبون عابدون، لربنا حامدون" ہم اپنے رب کی طرف پلٹنے والے، اپنی کوتاہیوں پر نادم اللہ کی جانب معافی کے لیے رجوع کرنے والے عبادت گزار ہیں، اور اپنے رب کی تعریف و شکریے میں زبانوں کو مشغول رکھتے ہیں" بعض لوگوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ! آپؐ ثقیف پر بددعا کریں۔ آپؐ نے فرمایا: اللّٰھم اھد ثقیفا، وائت بھم اے اللہ ! ثقیف کو ہدایت دے اور انہیں (ثقیف کو ایمان و اسلام کی جانب) لے آ۔

جعرانہ میں غنیمت کی تقسیم

رسول اللہ ﷺ طائف سے محاصرہ ختم کر کے واپس آئے تو جعرانہ میں قیام کیا، کئی روز مالِ غنیمت تقسیم

کیے بغیر ٹھہرے رہے۔ آپؐ چاہتے تھے کہ ہوازن کا وفد تائب ہو کر آپؐ کی خدمت میں آجائے تو اس نے جو کچھ کھویا ہے سب لے جائے۔ لیکن کم و بیش حنین کی جنگ کے بعد تین ہفتوں تک اس نوعیت کی کوئی پیش قدمی نہیں ہوئی تو آپؐ نے مال کو تقسیم کرنا شروع کر دیا تاکہ لوگوں میں کوئی بے چینی نہ رہے۔

نئے ایمان لانے والوں یعنی مؤلفۃ القلوب کو سب سے پہلے بڑے بڑے حصے دیے گئے۔ ابوسفیان بن، حکیم بن حزام، صفوان بن امیہ اور کچھ مزید قریشی و غیر قریشی رؤساء کو سو سو سے لے کر تین تین سو تک اونٹ دیے گئے کچھ دوسروں کو پچاس پچاس اور چالیس چالیس اونٹ دیے گئے۔ یہاں تک کہ لوگ کہنے لگے کہ محمد ﷺ اس طرح دل کھول کر نوازتے ہیں کہ انہیں خالی ہاتھ ہو جانے کا اندیشہ ہی نہیں۔ چنانچہ مال کی طلب میں بدّو آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑے۔ اور آپ ﷺ کو ایک درخت کی جانب سمٹنے پر مجبور کر دیا۔ اتفاق سے آپ ﷺ کی چادر درخت میں پھنس کر رہ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: لوگو! میری چادر دے دو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر میرے پاس تہامہ کے درختوں جتنے بھی مویشی ہوں تو انہیں بھی تم پر تقسیم کر دوں گا۔ تم مجھے ہرگز بخیل نہیں پاؤ گے، نہ بزدل اور نہ جھوٹا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے اونٹ کے بازو میں کھڑے ہو کر اس کی کوہان سے کچھ بال لیے اور چٹکی میں رکھ کر بلند کرتے ہوئے فرمایا: لوگو! واللہ میرے لیے تمہارے مالِ فے میں سے کچھ بھی نہیں، حتیٰ کہ اتنا بال جتنا بھی نہیں۔ صرف خُمس ہے اور خمس بھی تم پر ہی پلٹا دیا جاتا ہے۔

نئے اسلام قبول کرنے والے اہلِ مکہ (مؤلّفۃ القلوب) کو کثیر مقدار میں غنائم تقسیم کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سیّدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے کہا کہ مالِ غنیمت کو دیکھیں اور فوج کی تعداد کو سامنے رکھتے ہوئے حساب لگائیں کہ ہر ایک فوجی کے حصے میں کیا آتا ہے۔ جب حساب لگایا گیا تو صرف چار چار اونٹ یا چالیس چالیس بکریاں فی فوجی شمار میں آئیں۔ نئے اسلام قبول کرنے والے اہلِ مکہ کو یہ فراخ دلانہ داد و دہش اس بنیاد پر پر مبنی تھی کہ سقوط مکہ اور بظاہر شکستِ قریش سے جو اُن کے دل غمگیں تھے اور اُن کے دلوں میں جو یہ خوف و خطر تھا کہ اُن سے گزشتہ اکیس بیس سال کی زیادتیوں کا مسلمان نہ جانے کیا انتقام لیں گے، وہ غم اور خوف رفع ہو جائے وہ اسلام اور ایمان سے اتنے مانوس ہو جائیں کہ ماضی میں اپنی غلطیوں کی تلافی میں بے چین ہو کر اُن غلطیوں کی تلافی کرنے میں لگ جائیں۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا کہ وہ عبّاس رضی اللہ عنہ ہوں یا ابوسفیان، عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل ہوں یا صفوان بن

امیہ سب کے سب اسلام کے سپاہی بن گئے اور ہر ایک شہادت کی آرزو میں پر جوش ہو گیا۔

اس تقسیم کا فلسفہ انصار کے نوجوان نہ سمجھ پائے، اس لیے کچھ اعتراض کی باتیں زبانوں پر آ ہی گئیں۔ انصار کی نسبت مہاجرین پر اس تقسیم کا ایسا کوئی خاص اثر نہیں ہوا کیوں کہ مولفۃ القلوب مہاجرین کے عزیز اور رشتہ دار ہی تھے، اُنھوں نے اس تقسیم کو اپنے لیے ہی جانا ہو گا اور دوسرے یہ کہ بحیثیت قریشی وہ اپنے لوگوں کے موجودہ جذبات اور اس تقسیم کے نتیجے میں اُن کے آئندہ مطلوب طرزِ عمل کا اندازہ کر کے دین اسلام کو اُس سے پہنچنے والے فوائد کا اندازہ کر سکنے کی پوزیشن میں تھے۔ نوجوان انصار کو خفگی کے معاملے میں یوں بھی معذور سمجھا جا سکتا ہے کہ یومِ حنین، بھگدڑ کے مشکل وقت اُنہیں ہی پکارا گیا تھا اور وہی اُڑتے ہوئے نصرت اسلام اور حفاظت رسولؐ کے لیے آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو کر اس طرح جنگ کی تھی کہ کھلی شکست، فتح میں تبدیل ہو گئی تھی، اور اس جنگ کا ہی کیا ذکر، گزشتہ آٹھ برسوں میں مدینہ پر اور اللہ کے رسولؐ پر حملہ کرنے والوں کے ہاتھ آج غنیمت سے بھر گئے تھے اور اسلام، مدینۃ النبی اور اللہ کے رسولؐ کی حفاظت میں جنگ کرنے والوں اور کثیر تعداد میں شہید ہونے والوں کے عزیز خالی ہاتھ تھے۔

غنیمت کی اس تقسیم پر انصار کے نوجوانوں نے بے چینی محسوس کی اور نادانی سے جانا کہ اُنھیں نظر انداز کیا گیا ہے۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے انصار کی اس سوچ کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے رکھا تو رسول اللہ ﷺ نے ساری جماعتِ انصار کو جمع کر کے اس تقسیم پر ایک ایمان افروز مکالمے سے اس طرح مطمئن کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی فراست و بصیرت کے ساتھ آپؐ کی انصار سے محبت اور انصار کا اخلاص صدق و وفاداری اور حبِّ رسولؐ پر وہ مکالمہ قیامت تک کے لیے سُنانے اور سننے کی ایک زندہ کہانی بن گئی۔ اس کتاب میں اس مکالمے کی روداد اگلے باب میں جو انصار کے اقامتِ دین، نصرتِ رسولؐ اور اُن کی منقبت کے حوالے سے ہے، پیش کی جا رہی ہے۔ اگلی سطور میں ہم واپس بقایا موضوعِ گفتگو کی طرف پلٹتے ہیں۔

حنین کی جنگ میں پکڑی گئی عورتوں اور بچوں کو روک کر رکھا گیا تھا کہ شاید بنو ہوازن اُن کی یاد میں بے چین ہو کر واپس مانگنے آئیں تو اُن کو واپس کر دیے جائیں، لیکن وہ واپس مانگنے نہ آئے تو اُن کی بہتر نگہداشت کے لیے اسلامی فوج میں اُنھیں تقسیم کر دیا گیا۔ دو دن بعد ہوازن اور ثقیف اپنے مال کی واپسی اور قیدیوں کی رہائی کی درخواست لے کر آئے تو آپؐ نے فرمایا ایک چیز ہی واپس لے سکتے ہو مال یا قیدی، وہ لوگ دونوں ہی چیزیں

واپس چاہتے تھے جب کہ عرب کی روایات میں جنگ کے بعد کچھ واپس ملنے کی روایت نہیں تھی لیکن رسول اللہؐ کے عفو و کرم نے اُن کو اتنا شیر کر دیا تھا۔ جب اُنھیں احساس ہو گیا کہ رسول اللہؐ اُنھیں صرف ایک ہی چیز واپس کرنے پر آمادہ ہیں تو فیصلہ کرنے کے لیے کہ کیا طلب کریں واپس چلے گئے اور کچھ دن بعد آ کر اپنی پسند کا اظہار کیا کہ اُنھیں قیدی واپس مل جائیں تو وہ خوش ہیں۔

سب سے پہلے خود رسول اللہ ﷺ نے بنو ہاشم کی تحویل میں جو کچھ تھا اُس کی واپسی کا اعلان کیا، آپؐ کی اتباع میں سوائے دو، تین قبیلوں کے سب قبیلوں نے تمام گرفتار شدگان کو واپس کر دیا۔ جو قبیلے واپس کرنے پر آمادہ نہ تھے لیکن اُنھیں بھی کچھ دے دلا کر راضی کیا گیا کہ وہ اپنے حق سے دست بردار ہو جائیں۔

قیدیوں میں شَیماء بنت حارث بھی تھیں، یہ حلیمہ سعدیہ کی بیٹی ہونے کے ناطے رسول اللہ ﷺ کی رضاعی (دودھ شریک) بہن تھیں۔ آپؐ کا بچپن اِن کے ساتھ گزرا تھا۔ جب لوگوں نے ان کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا کہ میں تمہارے نبیؐ کی بہن ہوں۔ مسلمان ان کو شناخت کے لیے بارگاہ نبوت میں لائے تو آپؐ نے ان کو پہچان لیا اور جوشِ محبت میں آپؐ کی آنکھیں نم ہو گئیں اور آپؐ نے اپنی چادر مبارک زمین پر بچھا کر ان کو بٹھایا اور کچھ اونٹ کچھ بکریاں ان کو دے کر فرمایا کہ تم آزاد ہو۔ اگر تمہارا جی چاہے تو میرے گھر پر چل کر رہو اور اگر اپنے گھر جانا چاہو تو میں تم کو وہاں پہنچا دوں۔ انہوں نے اپنے گھر جانے کی خواہش ظاہر کی تو نہایت ہی عزت و احترام کے ساتھ وہ ان کے قبیلے میں پہنچا دی گئیں۔ اُنھوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا۔

جعرانہ سے واپس مدینے میں

جعرانہ میں چند روز قیام کے بعد ذوالقعدہ کی ۱۸ تاریخ کو رسول اللہ ﷺ اوّل شب میں مکہ تشریف لے گئے اور عمرہ ادا کرنے کے بعد علی الصبح واپس آ گئے۔ دن میں کسی وقت مدینہ کے لیے واپسی کے سفر پر روانہ ہوئے اور ۲۴ ذوالقعدہ کو مدینے میں تشریف لے آئے، مدینہ سے آپ فتح مکہ کے لیے ۱۰ رمضان کو نکلے تھے یوں آپؐ دو ماہ اور پندرہ دن (ڈھائی ماہ) مدینے سے باہر رہے۔ اب آپؐ نے اپنے شہر میں کم و بیش آٹھ ماہ [یعنی ۲۴ ذوالقعدہ ۸ ہجری سے وسط رجب ۹ ہجری تک] مستقل قیام فرمایا، یہ پہلے سالِ ہجرت کے بعد طویل قیام کا ایک نادر موقع تھا— مدینہ واپس پہنچنے کے تھوڑے ہی دنوں بعد طائف کے سردار عروہ بن مسعود ثقفی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ وہی عروہ ثقفی تھے جو صلح حدیبیہ کے موقع پر

مسلمانوں کے دل میں رسول اللہ ﷺ کے لیے عزت و احترام سے بہت متاثر ہوئے تھے۔ابھی مسلمانوں کی جانب سے طائف کے محاصرے کے موقع پر وہ طائف میں موجود نہیں تھے۔اور یمن گئے ہوئے تھے۔وہاں سے واپسی پر جب انھوں نے حنین کی معجزانہ فتح کی روداد سنی تو وہ یہ جان گئے اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے اور محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرنے کے بعد آپؐ سے اجازت چاہی کہ وہ طائف جا کر بنو ثقیف کو اسلام کی دعوت دیں۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" وہ لوگ تمھیں قتل کر دیں گے۔" عروہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں تو اُن کے نوزائدہ بچوں سے بھی زیادہ اُن کو عزیز ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر اپنی بات دُہرائی اور پھر فرمایا" وہ لوگ تمھیں قتل کر دیں گے۔" لیکن جب عروہؓ نے تیسری بار اجازت مانگی تو" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم نے عزم کر ہی لیا ہے تو جاؤ۔ ویسا ہی ہوا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا اندیشہ تھا۔ ثقیف کے اُن لوگوں نے جنھوں نے گیارہ برس قبل اس کے باپ اور چچاؤں کے اکسانے پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے منہ بولے بیٹے زید بن حارثہ پر پتھر برسا کر لہولہان کیا تھا، اُنھی لوگوں نے اُن کا مکان گھیر لیا اور صبح کو جب یہ صحن میں فجر کی نماز ادا کر رہے تھے اُن پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ پھر زیادہ دیر نہیں لگی کہ ایک تیر لگنے سے مہلک زخم لگا۔ عالم نزع میں اِن کے خاندان والوں نے اِن سے پوچھا کہ وہ اپنی موت کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ جو اُس نے مجھے انتہائی شان کریمی سے (شرفِ شہادت) عنایت فرمایا۔ اور پھر وصیت کی کہ میری میت کو اُن شہداء کے ساتھ دفن کرنا جو تھوڑے ہی دن پہلے طائف کے محاصرے کے دوران شہید ہوئے تھے۔ گھر والوں نے اُن کی وصیت پر عمل کیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو عروہؓ کی شہادت کی خبر ملی تو آپؐ نے فرمایا عروہؓ بھی صاحبِ سورہ یٰسین کی مانند تھا۔ اُس نے اپنی قوم کو اللہ کی طرف دعوت دی اور انھوں نے اُسے قتل کر دیا۔

وَ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ۝۲۰ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ	اتنے میں شہر کے دُور دراز گوشے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا اور بولا" اے میری قوم کے لوگو! رسولوں کی پیروی اختیار کر لو۔ پیروی کرو اُن لوگوں کی جو تم سے کوئی اجر نہیں چاہتے اور ٹھیک راستے پر 17 ہیں۔ آخر کیوں نہ میں اس ہستی کی بندگی کروں جس

مُّهْتَدُوْنَ ﴿٢١﴾ وَ مَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٢٢﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يُنْقِذُوْنِ ﴿٢٣﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٤﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿٢٥﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٦﴾	نے مجھے پیدا کیا ہے اور جس کی طرف تم سب کو پلٹ کر جانا ہے؟ کیا میں اسے چھوڑ کر دوسرے معبود بنالوں؟ حالانکہ اگر رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو نہ ان کی شفاعت میرے کسی کام آسکتی ہے اور نہ وہ مجھے چھڑا ہی سکتے ہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تو تمہارے رب پر ایمان لے آیا، تم بھی میری بات مان لو۔(آخر کار ان لوگوں نے اسے قتل کر دیا اور) اس شخص سے کہہ دیا گیا کہ "داخل ہو جا جنت میں۔" اس نے کہا" کاش میری قوم کو معلوم ہوتا کہ میرے رب نے کس چیز کی بدولت میری مغفرت فرمادی اور مجھے باعزت لوگوں میں داخل فرمایا"[ترجمہ تفہیم سے]

عروہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد اُن کا بیٹا اور بھتیجا مدینے آئے اور اسلام قبول کر کے وہیں اپنے رشتہ دار مغیرہ رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہر گئے۔ یہ مغیرہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنھیں چند ماہ بعد رسول اللہ ﷺ نے خالد بن ولید رض کے ہمراہ طائف کے جھوٹے معبود لات کو گرانے کے لیے بھیجا تھا، آپ ان شاء اللہ باب ۱۹۷ میں اس کی روداد پڑھیں گے۔

کعب بن زہیر کی آمد

یہ زمانہ جاہلیت میں نبی ﷺ کی ہجو (گستاخانہ مذموم شاعری) کیا کرتا تھا۔ پچھلی گزری نسل کے نامور شاعر زہیر کا بیٹا تھا جو خود بھی بڑا شاعر تھا۔ فتح مکہ والے دن یہ بھی اُن مجرموں کی فہرست میں شامل تھا جن کے متعلق حکم دیا گیا تھا کہ اگر وہ خانہ کعبہ کے پردوں میں بھی لپٹے ہوئے مل جائیں تو بھی ان کو قتل کر دیا جائے۔ لیکن یہ شخص بچ نکلا۔ اس کے بھائی بجیر بن زہیر نے اسلام قبول کر لیا تھا، اُس نے کعب کو لکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ کے اُن کئی افراد کو قتل کرا دیا ہے جو آپ ﷺ کی ہجو کرتے تھے۔ قریش کے شعراء میں سے جس کو جدھر نکل پانے کا موقع ہے وہ فرار ہو چکا ہے۔ لہٰذا اگر تمہیں اپنی جان پیاری ہے تو رسول اللہ ﷺ کے پاس اسلام قبول کر کے آجاؤ، کیوں کہ جو کوئی بھی شخص توبہ کر کے آپ ؐ کے پاس پہنچ جاتا ہے تو اُسے معافی مل

جاتی ہے۔ اُس نے ایک نظم بھی روانہ کی، جس کا ایک شعر یہ تھا

نہ لات کے پاس اور نہ عزّیٰ کے پاس
پناہ بس ذاتِ واحد اللہ کے پاس

اِس خط کا تو کعب پر جو اثر ہوا وہ اتنا کافی نہیں تھا کہ وہ اُسے بارگاہِ رسالت میں دوڑا دیتا، مگر اسلام کے غلبے کے نتیجہ میں کعب بن زہیر کو زمین تنگ محسوس ہونے لگی، ہر آن ڈرا سہارہتا کہ کہیں اشتہاری قابلِ گردن زدنی مجرم کو کوئی مسلمان نہ دیکھ لے اور وہ اپنی جان سے جائے۔ اللہ نے اُس کے دل میں اسلام کو ڈال دیا، اس لیے آخر کار وہ مدینہ آیا اور قبیلہ جُہینہ میں اپنے ایک عزیز دوست کے گھر روپوش ہوا، پھر اپنے میزبان دوست کے ساتھ مسجدِ نبوی میں صبح کی نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوا تو جُہینی نے اشارہ کیا اور وہ اُٹھ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس جا بیٹھا اور اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ اسے پہچانتے نہ تھے۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر زہیر کا بیٹا کعب شرمندگی کے ساتھ توبہ کر کے ایک مسلمان کی حیثیت سے آپ سے امن کا طالب ہو تو کیا آپؐ اُس سے ملنا پسند فرمائیں گے؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! [اور مصنف یقین رکھتا ہے کہ فراستِ نبی نے پہچان لیا ہو گا کہ یہی کعب بن زہیر ہے] اُس نے کہا: میں ہی کعب بن زہیر ہوں۔ یہ سن کر ایک صحابی اچھل کر کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اجازت ہو تو تعمیل حکم میں اس کا سر قلم کر دوں۔ آپؐ نے فرمایا: جانے دو، یہ شخص تائب ہو کر اور پچھلی باتوں پر شرمندہ ہو کر آیا ہے۔

اس موقع پر کعب بن زہیر نے اپنا مشہور قصیدہ بانت سعاد آپؐ کو سنایا جو اُسی موقع پر موزوں کیا گیا تھا۔ یہ روایتی بدویانہ انداز کا تھا۔ شاعرانہ بندش، عالی شان اور بڑی سُریلی، جس میں قدرت کے جیتے جاگتے مناظر پیش کیے گئے تھے۔ لیکن اس کا لبِ لباب معافی کی عاجزانہ درخواست تھی۔

رسول اللہ [ﷺ] ایک نور ہیں، سراسر ایک چشمۂ نور
اللہ کی تلواروں میں سے ایک بے نیام ہندی تلوار
اپنے (تھوڑے سے) اصحاب قریش کے درمیان جنھوں نے
جب اسلام کو اپنا دین منتخب کر لیا........ تو
وادی مکہ کے لوگوں نے کہا کہ نکل جاؤ

اور وہ نکل گئے،

ناتوانوں کی طرح نہیں اور نہ اُن کی طرح جو فرار ہوں

اپنی سواریوں پر جھومتے ہوئے،

معمولی کپڑوں میں لیکن بطل جلیل،

خوددار اور شریف اطوار

چمک دار زرہیں پہنے ہوئے

ایسی زرہیں جو دشمن کے مقابل، خود داؤدؑ نے بنائی ہوں

جب کعب نے نظم ختم کی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی دھاری دار عبا اُتار کر اُس کے کندھوں پر ڈال دی جیسا کہ اُس زمانے میں قدر افزائی کے اظہار کا طریقہ تھا اور ساتھ ہی تعریفی کلمات فرمائے۔ لیکن بعد میں آپؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ کاش اس نے اپنی شاعری میں انصار کی تعریف و توصیف میں بھی کچھ کہا ہوتا کیوں کہ وہ اُس کے مستحق ہیں۔ یہ بات کعبؓ کو پہنچی تو انھوں نے انصار کی مدح میں ایک نظم کہی جس میں اُحد اور حنین میں انصار کی شجاعت و جواں مردی تھی اور ضمانتِ تحفظِ ذات نبوت کی پاس داری کا ذکر تھا جو اُنھوں نے رسول اللہ ﷺ کو دی تھی۔ اور اُس ایثار پیشہ اور مخلصانہ میزبانی کا جو انصار نے مہاجرینِ مکہ کو پیش کی تھی۔

حاتم طائی کے خانوادے کا ایمان قبول کرنا

مدینے میں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اِس آٹھ ماہی قیامِ مدینہ کے دوران متعدد فوجی دستے مختلف مہمات پر بھیجتے رہے۔ اوّلین ترجیح حجاز میں واقع بتوں کے تین آستانوں کو تباہ کرنے کی تھی۔ طائف میں لاتؔ خدا بن کر براجمان تھا اور بحرِ احمر کے کنارے قدید کی بستی میں مناۃ کو خدا بنا کر پوجا جاتا تھا۔ مدینے کے شمال مشرق میں طائی قبیلہ رہائش پذیر تھا۔ یہاں قلس کا مندر غیر عیسائی آبادی کی عبدیت اور بت پرستی کا مرکز تھا۔ رہا طائف تو اُس کے بے نتیجہ محاصرے سے مسلمان ابھی واپس آئے تھے اور اُس کے سرنگوں ہونے میں اب اللہ کے فیصلے کا انتظار تھا۔

علیؓ بن ابی طالب کی قیادت میں ایک فوجی مہم قبیلہ طائی کی طرف بھیجی گئی۔ اس مہم کا مقصد قلس کا بت

خانہ تباہ کرنا تھا۔ طائی شاعر حاتم کے قبیلے کا تھا۔ اب اس کی موت کے بعد اُس کا بیٹا عدی بن حاتم جو اپنے باپ کی مانند عیسائی تھا قبیلے کا سردار مقرر ہوا تھا۔ علیؓ کے اپنے مسلح دستے کے ساتھ پہنچنے پر عدی اپنے بیوی بچوں کے ساتھ نکل گیا اور اس کی ایک بہن پیچھے رہ گئی جو قبیلے کے دیگر لوگوں کے ساتھ قید کر لی گئی، جسے جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو اُس نے کہا کہ: میرا باپ ہمیشہ قیدیوں کو فدیہ دے کر آزاد کراتا تھا، مہمانوں کی خوب تواضع کرتا، بھوکوں کو کھانا کھلاتا اور مصیبت زدہ لوگوں کے کام آتا اور اُن کی دل بستگی کا سامان کرتا اور کسی بھی مانگنے والے کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا تھا۔ میں اسی حاتم طائی کی بیٹی ہوں۔" رسول اللہ ﷺ ویسے ہی بڑے شفیق اور فیّاض تھے اُس قیدی کے ساتھ غیر معمولی شفقت کا برتاؤ کیا اور اپنے پاس موجود اصحاب سے فرمایا اِس کو جانے دو، اِس کا باپ نیک کام کرتا تھا اور اللہ بھی نیک کاموں کو پسند فرماتا تھا۔ اسی دوران طائی قبیلے کا ایک آدمی اُس کی رہائی کی درخواست لے کر آ گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے لڑکی اُس کی تحویل میں دے دی اور اُنھیں نفیس پوشاک بھی عطا کی۔ وہ اپنے بھائی عدی کی تلاش میں چلی گئی۔ عدی سے جب ملاقات ہوئی تو اُس کو شرم دلائی کہ بیوی بچوں کو لے کر چلے گئے اور بہن کی حفاظت نہ کی، عدی کو بہت شرمندگی ہوئی اور بہن کے مدینے جانے کی بہت زیادہ ترغیب دینے پر عدی مدینہ آیا اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ طویل گفتگوؤں کے بعد اسلام قبول کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ طائی پر سرداری اور ریاستِ مدینہ کی نیابت کے لیے عدی بن حاتم کی توثیق فرمائی۔ آنے والے دنوں میں عدی بن حاتم نے ایک اچھا مسلمان ہونا ثابت کیا اور فتنوں کا ایندھن نہ بنے۔

نجاشیؓ کی وفات اور غائبانہ نمازِ جنازہ

ماہِ رجب کے اوائل میں (یا جمادی الثانی کے اواخر میں) رسول اللہ ﷺ کے پاس شاہِ حبشہ اصحمہ نجاشیؓ کی وفات کی خبر پہنچی۔ اطلاع پانے کے بعد اگلی فرض نماز کے لیے جب اصحاب جمع ہوئے تو آپؐ مسجد میں تشریف لائے اور نمازیوں کی جانب رخ کر کے اعلان فرمایا کہ آج کے دن ایک ایمان دار، حق پرست انسان وفات پا گیا ہے۔ اس لیے اُٹھو اور اپنے بھائی اصحمہ کے لیے دعا کرو۔ آپؐ نے اُن کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھائی۔

نبی ﷺ کے بیٹے ابراہیمؓ کی ولادت

رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ، حنین اور طائف سے واپسی کو چار مہینے گزر چکے ہیں اور اب یہ بات عیاں ہو گئی

تھی کہ ماریہ قبطیہ کے ہاں بچے کی ولادت کے لیے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔ سلمیٰؓ، جنھوں نے خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بچوں کی پیدائش میں دایہ کے فرائض انجام دیے تھے، اب عمر رسیدہ خاتون تھیں۔ جب اُنھوں نے فاطمہؓ کو دنیا میں آنے میں مدد کی تھی، اس بات کو اب پچیس برس ہو چکے تھے۔ لیکن انھوں نے اصرار کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے اس بچے کی ولادت کے موقع پر بھی وہی خدمات بجالانے کی سعادت حاصل کریں گی۔ آج کے دور میں حاملہ خواتین کو میٹرنیٹی ہوم جانا ہوتا ہے، جب رسول اللہ ﷺ کی زوجہ کے یہاں ولادت کا وقت نزدیک آیا تو دایہ سلمیٰؓ خود اُس محلے میں منتقل ہو گئیں جہاں ماریہؓ رہائش پذیر تھیں۔ بچے کی ولادت بوقتِ شب ہوئی اور اسی شب جبرئیلؑ، رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور "یا ابا ابراہیم!" پکار کے خطاب کیا اس سے قبل کبھی نہیں اِس طور کبھی نہیں پکارا تھا۔ پیدائش کے فوراً بعد سلمہؓ نے اپنے شوہر ابورافع کو خبر دینے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس بھیجا۔ اگلی صبح رسول اللہ ﷺ نے نماز فجر کے بعد اپنے اصحاب کو ولادت کی خبر دی اور فرمایا کہ میں نے اس کا نام اپنے جدامجد ابراہیم کے نامِ نامی پر ابراہیم رکھ دیا ہے۔ جیسی کچھ انصار و مہاجرین کو رسول اللہ ﷺ سے شدید جذباتی محبت تھی اُس کا لازمی تقاضا تھا کہ مدینے کا ہر باسی اپنے دل میں ویسی ہی خوشی محسوس کرے جیسے اُسے گھر میں سالہا سال کے انتظار کے بعد بیٹے کی شکل میں پہلی اولاد کی خوش خبری ملی ہو۔ انصار کی عورتوں میں رقابت پیدا ہو گئی کہ کون خوش نصیب اس بچے کی رضاعی ماں بنے گی۔ بالائی مدینے کی ایک لوہار کی بیوی کے نصیبے جاگ اُٹھے کہ اِس مقصد کے لیے اُس کا انتخاب ہوا، وہ بچے کے گھر سے قریب ہی رہتی تھی۔ بھیڑوں کے ایک گلے بان سے معاملہ طے ہو گیا کہ وہ رضاعی ماں کے پاس روزانہ دودھ بھیجا کرے گا۔ رسول اللہ ﷺ بھی اپنے بیٹے کو دیکھنے روزانہ آیا کرتے اور اکثر و بیشتر دوپہر وہیں آرام فرماتے۔ کبھی کبھار بچے کو والد کے گھر لایا جاتا۔ عائشہؓ کا بیان ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ بچے کو گود میں لیے ہوئے آئے اور فرمایا کہ اس میں میری شباہت کا مشاہدہ کرو۔ عائشہؓ بولیں مجھے تو کوئی شباہت نظر نہیں آتی۔ رسول اللہ ﷺ نے احتجاجاً فرمایا تمھیں دکھائی نہیں دیتا کہ اس کی جلد کتنی صاف اور جسم کتنا نفیس ہے۔ عائشہؓ بولیں سب بچے جو بھیڑ کے دودھ پر پلتے ہیں گول مٹول اور جلد کے گورے ہوتے ہیں۔

۸ ہجری کو مکہ پر لشکر کشی کے لیے

آپ ۲۴ ذوالقعدہ ۸ ہجری کو فتح مکہ، حنین اور طائف، عمرہ سے فارغ ہو کر واپس مدینہ پہنچ گئے۔

پیدائش: ۲۳ ربیع الثانی ۹ ہجری [۱۸ اگست، ۶۳۰ء]

رجب ۹ ہجری میں [فرض کریں ۱۵ رجب] تبوک کے لیے روانگی

مدینے کو واپسی ۵۰ دن بعد [۲۰ دن قیام تبوک، ۱۵ دن آنے کے اور ۱۵ دن جانے کے] ۵ رمضان ۹ ہجری

وفات: ۲۳ شوال ال
۱۰ ابراہیمجری [سورج گرہن ۲۲ جنوری ۶۳۲ء] رمر مبارک ۱۷ مہینے سے کچھ زائ

Sun eclipse in 632

https://articles.adsabs.harvard.edu/cgi-bin/t2png?bg=%23FFFFFF&/seri/BAAS./0020/600/0000991.000&db_key=AST&bits=4&res=100&filetype=.gif